اداریہ

گرمانی مرکز زبان و ادب، لاہور یونی ورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز کے سالانہ علمی و ادبی مجلّے بنیاد کا نواں شمارہ آپ کے زیرِ نظر ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اسے دنیاے اردو کے علمی و تحقیقی حلقوں میں ہمیشہ کی طرح قبول و توجہ کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان (HEC) کی تحقیقی مجلّات سے متعلق کمیٹی کی تجاویز کی روشنی میں بنیاد کے موجودہ شمارے میں کچھ صوری تبدیلیاں کی گئی ہیں جو یقیناً پسندیدہ ٹھہریں گی۔ اس شمارے کا سائز پہلے کے شماروں سے مختلف اور HEC کے منظور شدہ اکثر جرائد کے مطابق ہے۔ تحقیقی مقالات کے انگریزی خلاصے بھی جداگانہ طور پر یک جا شائع کرنے کے بجائے متعلقہ مقالات کے آغاز ہی میں شامل کیے جا رہے ہیں۔ مذکورہ تجاویز پر عمل درآمد کے ذیل میں ہی اس شمارے سے انگریزی کے ایک دو مضامین کی اشاعت کا سلسلہ بھی مستقل طور پر ختم کیا جا رہا ہے۔ حسبِ دستور ہماری یہ بھرپور کوشش رہی ہے اور رہے گی کہ یہ مجلّہ اپنے مشمولات کے استناد، تحقیقی روش کے معتبر معیار اور زبان و بیان کے عمدہ اسلوب کے لحاظ سے نمایاں رہے اور وطن عزیز میں علم و تحقیق کے فروغ اور اشاعت میں سنجیدہ و متین کردار ادا کرتا رہے۔

بنیاد کے موجودہ شمارے میں بھی آپ کو حسبِ روایت موضوعاتی رنگا رنگی دکھائی دے گی، تحقیق و تجزیہ و تنقید کی مختلف جہات پر قابلِ اعتنا مضامین نظر آئیں گے اور مقالہ نگاروں کی اس علمی و تحقیقی کہکشاں میں سعادت سعید، محمد اکرام چغتائی، زاہد منیر عامر، رؤف پاریکھ، نجیبہ عارف، محمد حمزہ فاروقی اور محمد ارشد جیسے اساتذہ کے دوش بدوش عصمت درانی، طارق محمود ہاشمی، رفاقت علی شاہد، ساجد صدیق نظامی، محمد نوید ازہر، ظہیر عباس، زاہد حسن، ظہیر حسن وٹو، محمد آصف، محمد رشید ارشد، خادم حسین رائے اور محمد سلمان ریاض جیسے ابھرتے ہوئے اہلِ نقد و نظر کے نتائجِ تحقیق ملیں گے۔

تحقیق و دریافت کے ضمن میں محمد اکرام چغتائی نے احمد علی شیو راجپوری کے قصۂ منصور (مطبوعہ ۱۸۵۱ء) کا

متن مع تعارف پیش کیا ہے، جو برلین کی مرکزی لائبریری میں محفوظ ہے۔ مقالے میں احمد علی کے سوانحی کوائف کے حوالے سے نئی معلومات ملیں گی۔ نجیبہ عارف نے اپنے مقالے میں انیسویں صدی کے ایک غیر مطبوعہ قلمی نسخے کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے، جو اوکسفرڈ یونی ورسٹی کے معروف کتب خانے، بوڈلئن لائبریری میں موجود ہے۔ عبدالغفور نساخ کا لکھا ہوا یہ تذکرہ تحریری منابع اور سماعی ذخیرۂ اطلاعات کی دسترس میں نہیں تھا۔ اس نادر ماخذ کی دریافت و تعارف اردو کے تحقیقی ذخیرے میں قابلِ تحسین اضافہ ہے۔ ساجد صدیق نظامی نے ایک مخطوطہ مثنوی *گلریز* کے متن اور اس کے حواشی میں درج ۲۸ غزلیات کا متن اور ان غزلیات کا مختصر لسانی مطالعہ پیش کیا ہے۔ رؤف پاریکھ نے اپنے مقالے میں انیسویں صدی کے اردو محاورات کے دو اہم لغات کا جامع تعارف کرایا ہے۔

طارق محمود ہاشمی نے اپنے مضمون ''اردو زبان: روایات اور لسانی استعماریت'' میں اردو زبان پر استعماریت کے اثرات کا جائزہ پیش کیا ہے اور ظہیر عباس نے اردو داستان میں تبدیلیِ ہیئت یا کایا کلپ اور اس کے نفسیاتی پہلوؤں کا یونگ کے نظریات کی روشنی میں جائزہ لیا ہے۔ عصمت درانی نے بہاول پور کے تاریخی ماہنامہ ''العزیز'' (۱۹۴۰–۱۹۴۶ء) کو اہم ادبی ماخذ قرار دیا ہے جس کے بغیر ریاست بہاول پور کے ادبی خدوخال مکمل نہیں ہو سکتے۔ زاہد منیر عامر نے تحقیقی طور پر اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ جہلم کے نزدیک شہاب الدین غوری کا مدفن ہے جب کہ یہ ان کی جائے شہادت ہے۔ سعادت سعید نے اپنے مقالے میں علامہ اقبال کے خطبات کے حوالے سے فرائڈ اور یونگ کے مادی نفسیاتی اصول، مذہبی دانش سے مکمل طور پر نبرد آزما دکھائے ہیں۔ محمد آصف نے اقبال پر عورت کے حوالے سے عزیز احمد کے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہوئے محققانہ انداز میں مدلل رد کیا ہے۔ محمد رشید ارشد اردو کے اہم مگر نسبتاً نظر انداز شدہ شاعر محبّ عارفی کے شعری مجموعے *چھلنی کی پیاس* کے فلسفیانہ جائزے کو زیرِ بحث لائے ہیں۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کی شعریات کا فکری و لسانیاتی تجزیہ، خادم حسین رائے نے پیش کیا ہے اور اردو غزل میں عالم مثال کے تصور پر مبنی مضمون محمد نوید ازہر کی کاوش ہے۔

مکتوبات کے ضمن میں محمد حمزہ فاروقی نے خطوط بنام رئیس احمد جعفری اور محمد ارشد نے محمد حمید اللہ کے کچھ منتخب مکتوبات کا متن مع حواشی و تعارف پیش کیا ہے جو محققین کے تحقیقی کاموں کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آخر میں محمد سلمان ریاض، رفاقت علی شاہد، زاہد حسن اور ظہیر حسن وٹو کے مضامین بالترتیب تراجم، تحقیق و تدوین اور پنجابی ناول کے آغاز و ارتقا کے موضوعات پر ہیں۔

ہم اپنے تمام قابلِ احترام مقالہ نگاروں کے لیے سراپا سپاس ہیں جن کی قلمی معاونت کے بغیر مجلّے کی اشاعت ممکن

نہ ہوتی۔ امسال بنیاد کو موصول ہونے والے مضامین کی تعداد پچھتر سے زائد تھی جن میں سے مختلف مراحل سے گذر کر اٹھارہ مضامین پر ملکی و غیر ملکی ماہرین کا اتفاق رائے ہو سکا۔ ان میں سے بھی بیشتر مضامین کو تجدیدِ نظر کے کڑے مرحلے سے گذرنا پڑا۔ چونکہ یہ طریقہ ہمارے ہاں زیادہ رائج اور مانوس نہیں ہے، اس لیے ان مقالہ نگاروں کو مکرر زحمت دیتے ہوئے ہمیں بھی کچھ خوشگوار احساس نہیں ہو رہا تھا لیکن ان سب نے اس علمی و تحقیقی فریضے کی بہ طریقِ احسن بجا آوری میں کمال خندہ پیشانی سے تعاون کیا۔

بنیاد طباعت کے لیے روانہ کیا جا رہا تھا کہ اردو زبان و ادب کو یکے بعد دیگرے دو بڑے سانحات سے گذرنا پڑا۔ پروفیسر محمد عمر میمن اور مشتاق احمد یوسفی جیسے نابغوں کی رحلت جنوبی ایشیا کے علمی و تہذیبی زیاں کے ساتھ ساتھ ہمارے ادارے کا ذاتی نقصان بھی ہے کہ یہ دونوں مشفق و مہربان ہستیاں لمز اور بنیاد کو مستقلاً اپنے رابطۂ محبت میں رکھا کرتی تھیں۔

امید ہے آپ اس شمارے کے مندرجات پر اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں گے اور بنیاد کے دسویں شمارے کے لیے اپنے گراں قدر مقالات بھی بہت جلد ارسال کر کے ممنون فرمائیں گے۔

معین نظامی

۲۵ جون ۲۰۱۸ء